جہیز کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

The importance of dowry in the light of Qur'an and Sunnah

*Sabih-u-Rehman
sabihurehmansolangi.pss@iba.edu.pk
**Dr. Adnan Malik
dradnan.malik@gcuh.edu.pk

Abstract

In the era of the Holy Prophet (s.a.w.w) and His Companions, the problems of marriage were very simple. At the time of marriage, the groom would go to the bride's house with a few people and perform the marriage ceremony and bring her home. There was no custom of dowry nor of any other at that time. These were the divine teachings and requirements of the Prophet Muhammad (sa.w.w). But today it is quite the opposite. As the scope of Islam spread beyond Arabia and many non-Muslims became Muslims, the new Muslims brought with them all the rituals of ignorance, one of which is dowry. Due to which marriages of many girls have stoppe.

<u>Key words:</u> Dowry, Marriage settlement, Household necessities and Household goods.

تعارف

اسلام واحد مذہب ہے جو پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے اس دنیا میں نمودار ہوا۔اس نے انسانی زندگی کے لیے ایک ایسا تفکر و تدبر اور حکمت و دانائی کا فلسفہ پیش کیا جسے اپنا کر معاشرے کو اطمینان اور عافیت کا گہوارا بنایا جاسکتا ہے۔اسلام نے انسان کی جنسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے نکاح کے فطری طریقہ کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ مگر اس جائز طریقے کے راستے کو جب مشکل بنایا جایئگا تو بے ضابطگی اور بے آئینی کا ماحول پیدا ہو جایئگا،اس لیے کہ معاشرے میں جب بھی کوئی مرد اپنی صنفی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جائز راستے کو بند دیکھے گا تو یقیناًوہ ناجائز راستوں پر چلنے لگے گا جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جایئگا۔موجودہ دور میں نکاح کی جن رسومات نے معاشرے میں ازدواجی زندگی کو تباہ وبرباد کرر کھا ہے ان میں سے ایک، رسمِ جہیز ہے۔جس طرح ایک انسان کے لیے شرعی لحاظ سے شادی

---

*Lecturer Islamiat at IBA Public school Sukkur, PhD Scholar, Department of comparative religion and Islamic culture, university of Sindh Jamshoro.
**Assistant Professor, General Department, Government college University Hyderabad.

ضروری ہے اسی طرح ہر لڑکی کے لیے شادی میں جہیز کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جہیز کی اس رسم نے نکاح کے معاملات میں نہ صرف رکاوٹیں پیدا کی ہیں بلکہ کئی لڑکیوں کی زندگیاں تباہ وبرباد کی ہیں۔

پس منظر

تہذیب وتمدن میں جب ترقی ہوتی ہے تو دولت وثروت کی فراوانی ہونے لگتی ہے۔ انسان کے پیدائش سے وفات تک نت نئی رسومات وضع ہوتی رہتی ہیں۔ لہذا انسان کے پیدائش سے وفات تک جو مراحل گزرتے ہیں، پیغمبر اسلام ﷺ نے سب کے لیے شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائی ہے۔ مثلاً: پیدائش کے وقت بچے کے کانوں میں اذان کہنا، اس کا اچھا نام رکھنا، عقیقہ وغیرہ کرنا، پھر اچھی تعلیم وتربیت دینا اور بالغ ہونے بعد اس کے نکاح کے احکام ملتے ہیں۔ اسی طرح نکاح کے بھی چند شرائط بتائے گئے ہیں۔ مثلاً عقدِ نکاح میں دینداری کو ترجیح دینا۔ کفو کا خیال رکھنا، منکوحہ کو ایک نظر دیکھ لینا، عقد پر شیرینی یا کھجور تقسیم کرنا ار نکاح ہونے کے بعد حیثیت کے تحت ولیمہ وغیرہ کرنا، یہ سب اسلام اور مسلمانوں کے سماجی مراسم تھے۔ لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا دینِ اسلام کا دائرہ دور دور تک پھیلنے لگا تو سماجی رسومات میں بھی دیگر اقوام کی وجہ سے اضافہ ہونے لگا۔ خاص طور پر جب برصغیر میں مغل بادشاہ اکبر نے سلطنت سنبھالی تو انہوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو آپس میں ملانے اور اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی فضا قائم کرنے کے لیے بہت سی ہندی رسومات کو اپنا لیا تھا۔ یک جہتی پیدا کرنے کے غرض ایسی ایسی رسومات کو اختیار کرنے لگے جن کا اسلامی تہذیب تمدن میں شروع سے کہیں وجود نہ تھا۔ مثلاً شادی کے موقعہ پر مہندی کی رسم، مانجھا اور جہیز وغیرہ۔ اکثر ہندو اپنی بچیوں کو جائیداد سے حصہ نہیں دیتے تھے اس لیے کہ شادی کے وقت جہیز کے نام سے لڑکی کے لیے جس سامان کا بندوبست کرتے تھے اسے جائیداد کا حصہ مانا جاتا تھا۔ لہذا ہندوؤں کی یہ رسم رفتہ رفتہ مسلمانوں میں بھی بسنے لگی اور غریب والدین کے لیے ایک مستقل ناسور بن گئی۔ جس نے شریعت کے آسان احکام کو بجالانے میں بے چینی وتنگی پیدا کر دی[1]۔

لغت میں جہیز کا لفظ؛

دراصل جہیز عربی زبان کا لفظ ہے جو (ج- ہ-ز) سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے معنی ہے سفر کا سامان تیار کرنا، بندوبست کرنا، تجہیز وتکفین کا سامان تیار کرنا[2]۔

اسی طرح مفردات القرآن میں جہیز کے معنی یوں لکھی گئی ہے۔

الجهاز: مایعد من متاع وغیره التجهیز حمل ذالک او بعثه[3]۔

"جھاز کا لفظ سازوسامان کے لیے استعمال ہوا ہے اور یہ اس سازوسامان کو کہا جاتا ہے جو (کسی کے لئے) تیار کر کے رکھا جائے اور یہ باب تفعیل جھز یجھز تجھیزا سے منبع ہے جس کا مطلب ہے تیار کردہ سامان کو اٹھانا، لادنا یا بھیجنا"

جہیز کا اصطلاحی مفہوم؛

سید سابق نے جہیز کے اصطلاحی کو سید سابق نے اس طرح لکھا ہے۔

الجھَاز ھوالاثاث الذی تعدہ الزوجـــة ھی واھلھا لیکون معھَا فی البیت، اذادخل بھاالزوج[4]

"جہیز اس سامان کو بولا جاتا ہے جو عورت خود یا اس کے اہل واعیال تیار کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ شادی کر کے خاوند کے گھر جائے تو یہ بھی اس کے ساتھ ہو"

اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق جہیز کی اصطلاحی تعریف کچھ اس طرح ہے۔

"جہیز اس ساز و سامان کو بولا جاتا ہے جو رخصتی کے موقع پر والدین کی طرف سے لڑکی کو دیا جاتا ہے[5]"

عام طور پر جہیز سے مراد وہ سامان ہے جو دلہن کو اپنے اہل وعیال کی طرف سے دولہا کے ہاں بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ اس لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ دولہا دولہن کو ضروریاتِ زندگی پر مزید خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ انسان چونکہ لالچی اور بخیل ہے اس لیے معاشرے میں ہر انسان اسی رشتہ کو ہمیشہ ترجیح دیتا ہے جس سے بہت سارا جہیز ملنے کا اندیشا ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں یہ مسئلہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس کے علاوہ لڑکی کی شادی کروانا بہت ہی مشکل بن گئی ہے جس کے نتیجہ میں بیشتر لڑکیاں شادی بیاہ کی خوشیاں دیکھنے سے قاصر ہو چکی ہیں[6]۔

قرآنِ پاک میں جہیز کا لفظ؛

قرآن پاک جہیز کا لفظ حضرت یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے قصے میں ذکر ہوا ہے۔ اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے کہ:

وَلَمَّا جَهَّزَهُـــمْ بِجَهَازِهِـــمْ[7]

"اور جب یوسفؑ نے ان کے لیے ان کا سامان تیار کر دیا"

احادیثِ مبارکہ میں لفظ جہیز؛

احادیث میں جہیز دو جگہوں پر استعمال میں ہوا ہے۔ پہلا جنگ کے میدان میں مجاہد کے کام آنے والی چیزیں (اسلحہ اور زرہ وغیرہ) تیار کر کے بہم پہچانا۔ جیسے سرورِ کائنات نے فرمایا:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا[8]

"جس کسی نے غازی (سپاہی) کا سامان تیارر کیا گویا اسی نے خود جہاد میں حصہ لیا"

دوسرا دلہن کو عمدہ لباس پہنا کر تیار کر کے اسے شب عروسی کے لیے دولہا کے پاس بھیجنا۔ اس حوالے سے احادیث میں ذیل تین عورتوں کا ذکر آیا ہے۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ غزوۃ خیبر کے وقت کچھ یہودی مسلمانوں کے ہاں قیدی بن کر آئے۔ ان قیدیوں میں بیبی صفیہ رضہ بھی قیدی بن کر آئی اور آپ ﷺ نے آزادی دینے کے بعد اس کے ساتھ شادی کر لی جس کو حضرت انس بن مالک رضہ کی والدہ ام سلیم رضہ نے دلہن بنایا۔ جیسے حدیث میں ہے کہ

جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ[9]

"ام سلیم رضہ نے بیبی صفیہ رضہ کو دلہن بنا کر (تیار کر کے) اسے شب باشی کے لیے رسول اکرمؐ کے ہاں بھیجا"

دوسرا واقعہ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے حبشہ کا بادشاہ کو لکھا کہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان کا نکاح میرے ساتھ کر دے۔ جس کے بعد نجاشی نے آپ ﷺ کا نکاح ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہ سے کروایا اور کا اس کا ذکر اس طرح آیا ہے کہ:

إّن رُسوَل الله صلّى اللهُ علَيه وسلّم تَـزَوّج أُم حبِيبَةَوبِإرض الحَبَشةِ،زّوّجَها إّياهُ النّحاشي وَمَهَرَهاأَربَـعَةَ آلاف،ثمّ جّهّزَهامن عْندِه،وبَـعث بهاإلِى رُسولِ الله صلّى اللهُ علَيه وسلّم مع شَرْحبِيل ابْن حسنَةَ، وجَهاُزَها كلُّهُ من عْن دالنّجاشي،ولَمْ يـُرسِل إلَيـَهارُسوُل الله صلّى اللهُ علَيه وسلّم بشيءٍ[10]

"نبی کریم ﷺ نے ام حبیبہ کو اپنے نکاح میں کیا اور وہ اس وقت حبشہ میں تھی، نجاشی نے نکاح کا مہر چار ہزار درہم مقرر کیا، جس کے بعد اس نے شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ رسول اللہؐ کے پاس بھیجا۔ نجاشی ہی نے ام حبیبہ کے لیے تمام سامان تیار کیا تھا مہر کے علاوہ آپؐ کی طرف سے کچھ نہیں تھا"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام حبیبہ نے حبشہ کے بادشاہ سے ملنے والا سامان جب نبی مکرمؐ کے حضور میں پیش کیا تو آپؐ نے خاموشی اختیار کی جس سے جہیز کے حوالے سے کسی حد تک گنجائش معلوم ہوتی ہے، مگر یہ عصرِ حاضر میں مروجہ جہیز سے بلکل جدا تھا، اور اسے موجودہ زمانے کے رسمِ جہیز پر تخمینہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی شرط یا مطالبے کے علاوہ اگر عورت کو اس کے نگران کچھ سامان دیتے ہیں تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ چونکہ شاہ حبش نے پہلے آپؐ کے رضامند ہونے کے بعد ہی آپؐ کے وکیل بننے اور آپ کے وکیل ہونے کے تحت بیوی کا مہر خود ہی دیا۔ اسی طرح یہاں یہ معلوم ہو رہا ہے کہ عورت کی تمام ذمہ داریوں (نان ونفقہ، جہیز اور مہر وغیرہ) کو پورا کرنا مرد پر لاگو ہیں عورت پر نہیں۔"۔ مطلب کہ مندرجہ بالا احادیث میں جہیز بالخصوص دلہن سازی کے معنی میں آیا ہے، اس کے علاوہ یہ گھریلو اشیاء کے طور پر نہیں آیا جس کو معاشرے نے مروجہ جہیز کا نام دے رکھا ہے۔

تیسرا واقعہ نبیؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضہ عنہا کے جہیز کا ہے۔ نبی پاکؐ نے بیبی فاطمہ رضہ کو جو چیزیں دیں وہ رات کو سونے میں کام آنے والی چیزیں تھیں مثلاً، ایک چادر، ایک تکیہ، اور ایک پانی کا مشکیزہ۔ حضرت علی رضہ نے بیان کیا کہ؛

جَهّزَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ وَقِرْبَةٍوَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ[12]

"فاطمہ رضہ کو آپؐ نے تیار کیا، چادر، مشکیزہ اور ایک تکیہ دیا جس میں اذخر کی گھاس بھری ہوئی تھی"

اس سے ظاہری طور معلوم ہوتا کہ سرور کائنات نے بھی بیٹی کو سامانِ جہیز دیا تھا، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تھا کیونکہ یہ سامان رسول اللہؐ نے نہیں بلکہ حضرت علی رضہ نے جنگی زرہ بیچ کر خریدا اور فاطمہ رضہ کو دیا اس لیے اس کو جہیز سمجھنا صحیح نہیں۔ جیسے حضرت علی رضہ سے ایک روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

تَزَوَّجْتُ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنِ بِي قَالَ أَعْطِهَا شَيْئًا قُلْتُ مَا عِنْدِي مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَأَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ قُلْتُ هِيَ عِنْدِي قَالَ فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ[13]

"میں نے جب فاطمہ کو زوجیت میں لیا اور آپؐ سے اس کی رخصتی چاہی تو رسول اللہؐ نے مجھ سے فرمایا: اس کو مہر کے طور پر کچھ پیش کر دو، جس پر میں نے بولا کہ میرے پاس پیش کرنے کے لیے تو ایسا کچھ ہے ہی نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری زرہ کہاں ہے؟ میں نے بتایا وہ تو میرے پاس ہے۔ جس پر رسالت مآبؐ نے فرمایا: وہ فاطمہ کو مہر کے طور پر پیش کر دو"

شاہ معین الدین احمد ندوی نے حضرت علی رضہ کی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضہ سے شادی کے متعلق جب حضرت علی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس حق مہر کے لیے کچھ ہے؟ جس پر حضرت علی نے فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، رسالت مآب ﷺ نے آپ رضہ سے پوچھا کہ آپ کی حتمی زرہ کہاں ہے؟ اس کو بیچ ڈالو۔ جس کے بعد حضرت علی نے وہ زرہ حضرت عثمان رضہ کو چاسواسی درہم میں بیچی۔ بعض روایات کے مطابق حضرت عثمان نے زرہ خرید کر کے بعد میں حضرت علی کو ہدیہ کر دی تھی۔ حضرت علی رضہ نے زرہ کے پیسے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش کیے۔ پھر رسالت مآب ﷺ نے سیدنا ابو بکر رضہ، حضرت بلال رضہ اور حضرت سلمان رضہ کو بلوا کر کچھ درہم ان کو دیے کہ ان پیسوں سے حضرت فاطمہ رضہ کے لیے ضروریات زندگی کے لیے گھریلو چیزیں خرید کر لاؤ اور کچھ درہم حضرت اسماء رضہ کو دے کر فرمایا کہ عطر و خوشبو لاؤ اس کے علاوہ باقی جو درہم بچے تھے وہ حضرت ام سلمہ رضہ کے پاس رکھوا دیے[14]۔ مقصد یہ کہ جہیز کا مطلب شب باشی کے سامان یا عورت کو شب باشی کے لیے زیب و زینت سے آرستہ کر کے دولہا کے پاس روانہ کرنا ہے نہ کے مروجہ سامان جہیز کے۔ حدیث میں ان تین واقعات کے علاوہ (سوائے حدیث جہاد من جھز غازیا. الحدیث کے) لفظ جہیز کہیں پر بھی استعمال نہیں ہوا۔ بالخصوص شادی بیاہ کے مسائل میں اور انہی تینوں واقعات میں جس سیاق و سباق میں یہ استعمال ہوا ہے اس کا مفہوم وہی ہے جو اوپر ذکر بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کسی اور مفہوم میں نہیں آیا[15]۔

اسلامی شریعت میں جہیز کی اہمیت

سیرت اور احادیث کے تمام کتب میں آپؐ کی شادی اور خصتی کے حوالے سے بہت سارے واقعات مذکور ہیں البتہ کہیں پر بھی ایسی تحریر نہیں کہ کوئی بیوی سامان ساتھ لے آئی یا بعد میں اس کے والدین نے اسے بھجوایا۔ ان میں سے کچھ بیویوں کے والدین شاہی گھرانوں سے تھے، جن میں حضرت ابو بکر رضہ بھی ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے لیکن اس نے اپنی بیٹی عائشہ رضہ کو کوئی جہیز نہیں دیا۔ اس کے علاوہ دیگر تمام ام المؤمنین کے جہیز لانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ یہاں یہ بات بلکل واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہؐ کو نکاح میں جہیز کے طور پر کچھ نہیں ملا، اسی طرح سامانِ جہیز کا لینا یا دینا آپؐ کی سنت مبارکہ میں ہر گز نہیں آیا[16]۔ اس کے علاوہ اگر لڑکے یا اس کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی والوں کے سرپرستوں سے جہیز (خواہ سامان کی شکل میں ہو یا جائیداد اور نقدی وغیرہ کی شکل میں) کا مطالبہ کرنا یا جہیز کو شادی کی بنیادی شرط سمجھنا

بلکل ناجائز بلکہ سراسر باطل اور شریعت کے خلاف ہے کیونکہ حضور اکرمؐ نے اپنے یا کسی صحابی کے نکاح پر ایسی شرط کو لاگو نہیں کیا اس لیے یہ شرط باطل ہے۔ جیسا کہ نبی پاکؐ نے فرمایا:

مَابَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ،مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ[17]

"ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو شرط لگاتے ہیں جن کا واسطہ اللہ کی کتاب سے نہیں، جس شخص نے کوئی ایسی شرطے کی جو کتاب اللہ میں موجود نہیں، تو ایسی شرط پر کوئی اعتبار نہیں کیا جائیگا خواہ ایسی سو شرطیں کیوں نہ ہوں"

اسی طرح جامع ترمذی میں ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا؛

مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ [18]

"جس کسی نے کوئی ایسی شرط طے کی، جو کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے، تو اس شرط کا کوئی اعتبار نہیں خواہ ایسی سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں"

مطلب کہ جہیز کی شرط پر کوئی نکاح نادانی یا کم علمی کے تحت ہو بھی جائے تو مذکورۃ احادیث کی رو سے ایسی شرط کو پورا کرنا لازم نہیں۔ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیم اجمعین کی شادی بیاہ میں کہیں پر بھی جہیز کو بنیادی شرط نہیں بنایا گیا۔ البتہ کثر و بیشتر جہیز کا تذکرہ بھی احادیث کی کتب میں مذکور نہیں۔ اس لیے کہ شادی بیاہ کے جملہ مسائل اور شادی کے بعد بیوی اور اولاد کے نان ونفقہ کے تمام مسائل کا بوجھ اور ذمہ داری خاوند پر ہے عورت کے ذمہ نہیں۔ اگرچہ بیوی مالدار ہی کیوں نہ ہو[19]۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ [20]

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں"

اس آیت سے یہ واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ حق مہر کا مسئلہ ہو یا گھریلو ضروریات کا یا نان ونفقہ کا بوجھ ہو، یہ تمام بوجھ اور ذمہ داریاں شرعی طور پر خاوند کے کندھوں پر ہیں۔ اس لیے بیوی یا سسرال سے اس طرح کا کوئی مطالبہ خواہ جہیز کی شکل میں ہو یا کسی اور روپ میں، دینی و اخلاقی ہر لحاظ سے غیر مہذب اور نامناسب ہے۔ البتہ اسلامی شریعت میں نکاح کے سلسلے میں سب سے قابل اعتماد اور اصل چیز دینداری بتائی گئی ہے نہ کے مال و اسباب۔ لہٰذا اس پاک رشتے کو آمدنی کا ذریعہ نہیں بنایا جائے اس لیے کہ سنت نبویؐ میں مال و اسباب اور دولت کے حصول کی لالچ میں نکاح کو نہ صرف ناگوار بلکہ ممنوع بھی قرار دیا گیا ہے[21]۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضہ سے روایت ہے کہ

لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، فَعَسَى حُسْنُهُنَّ أَنْ يُرْدِيَهُنَّ، وَلَا تَزَوَّجُوهُنَّ لِأَمْوَالِهِنَّ، فَعَسَى أَمْوَالُهُنَّ أَنْ تُطْغِيَهُنَّ، وَلَكِنْ تَزَوَّجُوهُنَّ عَلَى الدِّينِ، وَلَأَمَةٌ خَرْمَاءُ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِينٍ أَفْضَلُ[22]

"عورتوں سے خوبصورتی کی وجہ شادی نہ کرو کیونکہ خوبصورتی اور حسن وجمال شاید تباہ کردے، نہ مال کی لالچ سے ان سے نکاح کریں ہوسکتاہو مال اہی انہیں شرارت میں ڈالے مگر تم دینداری کو دیکھتے ہوئے ان سے عقد کردو۔ اور ایک کالی لونڈی جو دیندار ہو وہ بہتر ہے"

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضہ بیان کرتے ہیں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ :لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا،وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ[۲۳]

"چارچیزوں کی بنیادپر عورت سے شادی کی جاتی ہے، مال،نسب،حسن و خوبصورتی، اور دینداری۔ تمہارے ہاتھ خاک آلودہو تم دین سے آراستہ عورت کے ساتھ نکاح کرواور کامیابی حاصل کرو"

آپؐ کی اس حدیث کے تحت دین والی عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہیے اس لیے کہ وہ احکام الٰہی کو بجالانے میں دنیوی زندگی میں معاون بنے، تاکہ زوجین کا رشتہ زندگی کے صحیح طریقہ پر چل سکے۔ مگر جہیز کی اس رسم کی وجہ سے آپؐ کے اس حکم کو نظرانداز کرتے ہوئے سماج میں ہمیشہ اس لڑکی کو ہی عقد کے لیے منتخب کیاجاتاہے جو قطعی طور پر مذہب واخلاق، تہذیب وتمدن اور تعلیم وتربیت سے عاجز ہی کیوں نہ ہو۔ یہ تمام لغزشیں اس لیےمانی جاتیں ہیں کہ لڑکی کےمال کی فہرست زیادہ ہوتی ہے[۲٤]۔اسی طرح مذکورۃ حدیث کے مطابق شادی بیاہ کے حوالے سے عورت کے جہیز وخوبصورتی کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی البتہ اسے نظرانداز کرکے نیک اور پارسہ عورت سے نکاح کرنا کامیابی بتائی ہے۔

جہیز ایک ہندوانہ رسم

جہیز ہندو تہذیب کی ایک رسم ہے جس میں لڑکی کو وراثت سے محروم کرکے شادی بیاہ کے موقع پر اپنی حیثیت کے مطابق جہیز کی صورت میں اسے سامان دیاجاتاہے اور اس کے بدلے میں اسے حق وراثت سے محروم کیاجاتاہے حالانکہ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود میں تجاوز ہے[۲٥]۔ جیسا کہ ارشاد مبارک ہے؛

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ------ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۠ [۲٦]

"اللہ تعالی تم کوتمہاری اولادکے بارے میں حکم دیتاہے کہ ایک لڑکے کاحصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو (یادو) سے زیادہ ہی ہوں توانہیں مال متروکہ کادو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا (مال) ہے۔۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جو کوئی اللہ اور

اس کے رسول کی اطاعت نہیں کریگااوراس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کریگاتووہ(اللہ)اسے جہنم میں داخل کریگا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گااور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے"

مسلمانوں نے شادی بیاہ کی اکثر و بیشتر رسومات ہندو تہذیب سے لیں کیونکہ مسلمانوں کی آمد اور فتوحات سے پہلے برصغیر میں ہندوؤں کا راج چلتا تھاجو کئی خداؤں کے پجاری اور کئی مراسم میں جکڑے ہوئے تھے یہاں کہ بے شمار ہندوؤں کے اسلام قبول کرنے کے باوجود بھی بے شمار فضول روایات اور قبیح رسومات مسلسل چلتی آرہی ہیں۔ تاہم جہیز کی رسم اس کی ایک مثال ہے جو ہندو معاشرے سے رسم کے طور پر مسلمان ساتھ لے کر آئے۔ دراصل ہندو معاشرے میں والدین اپنی لڑکیوں کو وراثت میں شامل نہیں کرتے تھے جیسے دور جاہلیت میں اہل عرب اپنی لڑکیوں کو میراث سے محروم کر دیتے تھے۔ لیکن جب نبی پاک ﷺ دنیا میں مبعوث ہوئے تو اسلام کی تعلیمات کے ذریعے دورِ جاہلیت کے تمام رسم ورواج کو آپؐ نے کاٹ پھینکا اور تمام انسانوں کو اس سے آزادی دلوائی جس کی وجہ سے معاشرے کا ایک بہت بڑا حصہ ظلم و ستم چکی میں پس رہا تھا۔ حضور ﷺ تمام انسانوں کے لیے جو احکام لے کر مبعوث کیے گئے ان میں سے ایک وراثت کا حق بھی تھا یعنی باپ کے میراث میں بیٹی کا حصہ مقرر کیا۔ اس کے برعکس ہندو معاشرے میں آج بھی یہ رسم موجود ہے کہ بیٹی کو وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اس کا فطری ردعمل یہ ہے کہ شادی کے موقع پر والدین زیادہ سے زیادہ سامان مہیا کر کے بیٹی کو رخصت کرنے کا اظہار کرتے ہیں کہ اب اس کا ہمارے ساتھ ہر طرح کا تعلق منقطع ہو رہا ہے تو اس کی دلجوئی کے لیے کچھ نہ کچھ سامان ضرور ہونا چاہیے۔ جسے ہندو "دان" (خیرات) سے موسوم کرتے ہیں اور مسلمانوں نے اسے جہیز کا نام دے لیا۔ یہ صرف لفظی مغایرت ہے ورنہ معنوی طور پر دان اور جہیز میں کوئی فرق نہیں۔ مگر جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں گے اور ان کے بتائے راستے پر چلیں گے تو وہی لوگ دنیا و آخرت میں فلاح پائیں گے۔ اور اگر اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈالیں گے تو دور جاہلیت کی طرح ان گنت مسائل و مصائب از سر نو اسلامی معاشروں میں مسلسل بڑھتے رہیں گے[۲۷]۔

جہیز کے معاشی و معاشرتی نقصانات

جہیز کے معاشی و معاشرتی نقصانات لاتعداد ہیں جن میں سے چند سنگین نقصانات یہ ہیں۔

۱۔ رسم جہیز نے معاشرتی اخلاقیات واقدار کو اس حد تک پامال کر دیا ہے کہ کئی انسان مجبور ہو کر سماج کے سامنے سوال کرنے اور ہاتھ پھیلانے پر اتر آتے ہیں۔ حالانکہ شریعت میں صرف تین قسم کے آدمیوں کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت قبیصہ رضہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> قَالَ يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَا مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنْ الْمَسْأَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتًا يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا[۲۸]

"اے قبیصہ! تین قسم کے آدمیوں میں سے کسی ایک علاوہ کسی اور کے لیے سوال کرنا حلال نہیں۔ایک وہ جس نے ضمانت اٹھائی ہے،اس کے لیے ضمانت ادا ہو جانے تک سوال کرنا جائز ہے اس کے علاوہ وہ سوال نہ کرے، دوسرا وہ آدمی جسے کوئی آفت پہنچی اور اس کا مال و اسباب ہلاک ہو گیا تو اس کے لیے مانگنا درست ہے یہاں تک کہ اس کو اتنا مال مل جائے کہ اس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے، تیسرا وہ شخص جس سے سخت فاقہ پہنچے حتی کے اس کی قوم کے تین معتبر افراد اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں شخص کو سخت فاقہ پہنچا ہے لہذا اس کے لیے سوال کرنا حلال ہے یہاں تک کہ اسے اتنا مال مل جائے کہ اس کی ضرورت پوری ہو سکے۔اے قبیصہ رضہ !ان تین صوروتں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔"

مقصد یہ کہ جس طرح انسانوں کو معاملات کے حوالے سے محطاط رہنے کہ ہدایت کی گئی ہے اسی طرح شادی بیاہ کے رسومات میں بھی محطاط رہنے کی تلقین کی گئی ہے اس لیے کہ یہی وہ رسومات ہیں جن کی وجہ سے ایک انسان معاشرے میں حلال و حرام کی تمیز بھول جاتا ہے جس کے بعد وہ کئی معاشرتی برائیوں (رشوت، چوری، ڈاکہ زنی، ناپ تول میں کمی بیشی، وغیرہ) کا مرتکب بن جاتا ہے۔

۲۔انسانی زندگی میں ایک خاص موقع پر انسان کے اندر پھر چاہے مرد ہو یا عورت شہوانی خواہشات و خیالات انگڑائیاں لیتے ہیں جو حقیقت میں انسانی جسم کا ایک فطری تقاضا ہے، اور خالق قدرت نے ان شہوانی جذبات کی تسکین کے لیے نہ صرف شادی کی گنجائش رکھی ہے بلکہ قابل استطاعت مرد و زن پر اسے فرض ٹھہرایا ہے۔جیسا کہ ارشاد رب تعالی ہے کہ؛

فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ[۲۹]

"جو عورتیں تمہیں پسند ہیں ان سے نکاح کرو"

اسی طرح نبی پاک ﷺ نے فرمایا؛

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ [۳۰]

"اے نوجوانوں کی جماعت !تم میں سے جو نکاح کرنے کی وسعت رکھتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شادی کرے، اور جو طاقت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ وہ روزوں کا اہتمام کرے اس لیے کہ یہ روزے اس کے لیے (گناہ سے) ڈھال بنیں گے"

شریعت محمدی ﷺ میں عورتوں کے نکاح کے متعلق ان کے نگران اور سرپرستوں کو حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ[۳۱]

"تم میں سے جو بے نکاح ہیں ان کا نکاح کراؤ"

مگر کئی لڑکیوں کے سرپرست جہیز جمع کرنے کی وجہ سے بالغ لڑکیوں کے نکاح کرنے میں تاخیر کرنے لگیں یا جہیز کی عدم دستیابی کی وجہ سے اپنی بچیوں کا نکاح کرنے سے گریز کی راہیں تلاش کرنے لگیں تو اس سے معاشرے میں بے شمار غیر اخلاقی نقصانات جنم لیتے ہیں۔ مثلاً نفسانی خواہشات سے مغلوب ہو کر زنا کا مرتکب ہونا، کئی برے طریقوں سے اپنی خواہش کو پورا کرنا، خودکشی کرنا، اور کئی طبی امراض میں مبتلا ہونا وغیرہ۔

۳۔ موجودہ دور میں رسم جہیز نے ایک ایسی معاشرتی شکل اختیار کرلی ہے کہ اس کے بغیر والدین لڑکی کی شادی کا تصور بھی نہیں کر سکتے یہاں تک کہ خود لڑکی کے والدین بھی اس بات کو تسلیم کرلیتے ہیں کہ اگر شادی تک لڑکی کا جہیز کا بندوبست نہ ہو سکا تو بچی کی شادی نہیں کر پائیں گے چنانچہ لڑکی کے پیدا ہوتے ہی والدین کو اس کے جہیز کی فکر کھانے لگتی ہے اور وہ خود پیٹ کاٹ کر جہیز کا بندوبست کرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ والدین ابھی پہلی بچی کے فریضے سے فارغ ہی نہیں ہوتے کہ انہیں دوسری بچی کے جہیز کی فکر کھانے لگتی ہے۔ یقیناً یہ غریب والدین پر ظلم ہے۔ اور اللہ تعالی اپنے بندوں پر ظلم کو ہرگز پسند نہیں فرماتے[۳۲]۔ ارشاد مبارک ہے؛

وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ[۳۳]

"اور اللہ تعالی اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا"

اسی طرح حدیث قدسی ہے کہ؛

يَاعِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا[۳٤]

"اے میرے بندو! بلاشبہ میں نے اپنے لیے ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کردیا ہے لہذا آپس میں ظلم نہ کرو"

۴۔ عصرِ حاضر کے معاشرے میں یہ ریت چل پڑی ہے کہ جو والدین لڑکی کی شادی کے وقت بہت زیادہ سامانِ جہیز تیار کرلیتے ہیں تو وہ عین شادی کے وقت برات سے پہلے جہیز دکھانے کا اہتمام کرلیتے ہیں اور اپنے تمام رشتیداروں کو اکٹھا کر کے فخریہ انداز میں بتاتے ہیں کہ اپنی بچی کے لیے اس قسم کا جہیز (فرج، فرنیچر، واشنگ مشین، ٹی وی، کراکری وغیرہ) جمع کیا ہے۔ مگر اسلام میں اس طرح کی نمائش، فخر اور ریا کو منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ اَلَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ [۳۵]

پس ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں اور جو ریاکاری کرتے ہیں"

مقصد یہ کسہ اسلام میں ریاکاری، نمائش و نمود اور غرور و تکبر کو ناپسندیدہ کام بتایا گیا پھر چاہے وہ جہیز کی صورت میں ہو یا اس کے علاوہ کسی اور شکل میں حتیٰ کہ عبادات کے معاملات میں بھی ریاکاری کو پسند نہیں کیا گیا۔ اس لیے تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں ان مراسم ورواج کا قلعہ قمع کیا جائے جو شریعتِ اسلامی کے دائرہ سے خارج ہیں۔

جہیز کی جائز صورت؛

شریعت نے جس طرح نکاح کو آسان بنایا ہے بلکل اسی طرح عصرِ حاضر کے معاشرتی ڈھانچے نے اسے اتنا ہی مشکل بنا رکھا ہے۔ نکاح کے موقع پر بہت سی تقریبات اور رسومات کے ایسے بوجھ گرا دیے جاتے ہیں کہ کم آمدن والے غریب اور متوسط حضرات کے لیے وہ زحمت بن جاتے ہیں لہٰذا یہ وہ رسومات ہیں جن کا اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ والدین اگر اپنی بچی کو رخصتی کے موقع پر کچھ تحائف یا سامان دیتے ہیں تو شرعی لحاظ سے منع نہیں ہے، مگر یہ محبت اور رحمت کی نشانی ہے۔ اسی طرح شریعت اسلامی کی رو سے آپس میں ایک دوسرے کو نہ صرف تحفہ اور ہدیہ دینے کی ترغیب دی گئی ہے بلکہ اس کی بہت بڑی اہمیت بتائی گئی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضہ روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ[٣٦]

"تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کیونکہ ہدیہ دل کی کدورت کو رفع کر دیتا ہے"

یہ بات انسان کی فطرت میں شامل ہوتی ہے کہ جب اسے کسی سے کوئی ہدیہ یا تحفہ پیش ہوتا ہے تو وہ نہ فقط باطنی طور پر خوش ہوتا ہے بلکہ ظاہری طور پر بھی وہ پر مسرت ہوتا ہے اور اس کے دل میں تحفہ پیش کرنے والے کے لیے حد سے زیادہ محبت پیدا ہوتی ہے۔ بلکل اسی طرح تمام انسانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر والوں اور رشتیداروں سے تحفہ یا ہدیہ دینے کا معاملہ کرے جو نہ صرف ناراضگی ور نجش اور کدورت کو ختم کر کے محبت میں تبدیل کر دیگا بلکہ ثواب کا باعث بھی بنے گا۔ لہٰذا نکاح کے متعلق عورت کے ولی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے تحت گھریلو ضروریات زندگی کا سامان اسے ہدیہ کے طور پر پیش کرے اس لیے کہ شریعت میں ہدیہ کو پسند کیا گیا ہے مگر اس کے لیے قرضہ اٹھانے، رشوت اور چوری وغیرہ کے کرنے سے روکا گیا ہے[٣٧]۔

نتائج و تجاویز؛

١. رسمِ جہیز ایک ہندوانہ رسم ہے جو ہندوؤں سے مسلمانوں نے اخذ کی ہے۔ جس میں لڑکی کو وراثت سے محروم کر کے شادی بیاہ کے موقع پر حیثیت کے مطابق اسے جہیز کی صورت میں کچھ سامان دیا جاتا اور اس کے بدلے میں اسے وراثت کے حق سے محروم کیر دیا جاتا تھا۔ جبکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں تجاوز کرنا ہے۔

٢. احادیث میں جہیز کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک جنگ کے میدان میں مجاہد کے لیے سازوسامان (اسلحہ، زرہ، تلوار اور تیر وغیرہ) تیار کرنا، دوسرا دلہن کو شبِ زفاف (دولہا دلہن کی پہلی رات) کے لیے تیار کر کے اس کو عمدہ لباس پہنا کر دولہا کے پاس بھیجنا۔ لیکن کہیں پر بھی جہیز کا لفظ مروجہ رسمِ جہیز کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ اس لیے یہ گھریلو سامان دینے کے ضمرے میں نہیں آیا جسے عصرِ حاضر میں جہیز کا نام دے دیا گیا ہے۔

٣. مروجہ رسمِ جہیز کو قرآنِ کریم اور سنت نبوی ﷺ میں کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ کیونکہ رسالتِ مآب ﷺ نے اپنے یا کسی صحابی کے نکاح پر کبھی ایسی شرط کو لاگو نہیں کیا جو کتاب اللہ میں موجود نہیں۔ آپؐ نے فرمایا "جس شخص نے کوئی ایسی شرط طے کی جو کتاب اللہ

میں موجود نہیں ہے، تو اس شرط کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائیگا چاہے ایسی سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں"۔ اگر کوئی نکاح جہیز کی شرط پر ہو بھی جائے تو اس حدیث کے مطابق اس شرط کو پورا کرنا لازم نہیں۔ لہذا عورت یا سسرال سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا یا اس کی شرط وغیرہ لگانا خواہ جہیز کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں شریعتِ محمدیؐ میں غیر اسلامی وغیر اخلاقی ہے۔

۴. رسولِ اکرم ﷺ نے متعدد شادیاں کیں ان میں سے کچھ بیویاں امیر اور شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں لیکن صحاح ستہ اور سیرت کی تمام کتب میں کہیں پر بھی یہ تحریر نہیں مل رہی کہ وہ بیویاں اپنے ساتھ سامانِ جہیز لے کر آئیں یا بعد میں ان کے پاس سامان بھجوایا گیا۔

۵. نبی پاک ﷺ نے بیبی فاطمہ رضہ کو شادی کے موقع پر جو سامان دیا تھا اس کو مروجہ جہیز سے تشبیح دینا سراسر غلط ہے اس لیے کہ وہ سامان حضرت علی رضہ کی بیچی ہوئی زرہ کے پیسوں سے لیا گیا تھا۔ کیونکہ شادی بیاہ کے مسائل، شادی کے بعد بیوی کے مہر، نان ونفقہ اور امور خانہ داری کے تمام مسائل کی ذمہ داری مرد پر ہوتی ہے، زوجہ کے ذمہ نہیں۔

٦. والدین اگر شادی بیاہ کے موقع پر اپنی بچی کو مطالبے کے علاوہ حسبِ توفیق ہدیہ اور تحفہ کے ذریعہ کچھ سامان وغیرہ دیتے ہیں تو شرعی لحاظ سے ہدیہ دینا منع نہیں ہے اس لیے کہ یہ انسان کی رنجش، نفرت، کدورت اور ناراضگی کو رفع کر کے پیار ومحبت پیدا کر دیتا ہے۔

۷. کئی سرپست جہیز کی قبیح رسم کی وجہ سے عورتوں کے نکاح کرنے میں تاخیر کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرہ میں غیر اخلاقی نقصانات جنم لیتے ہیں مثلاً زنا، خودکشی اور طبی امراض وغیرہ۔

۸. شریعت کی روسے عقدِ نکاح کے حوالے سے سب سے اول دینداری کو فوقیت دی گئی ہے نہ کے مال واسباب کو۔ اس لیے میاں بیوی کے پاکیزہ رشتہ کو آمدنی کا سبب نہ بنایا جائے، کیونکہ مال واسباب اور دولت کی لالچ سے ہونے والے نکاح کو ہلاکت کا سبب بتایا گیا ہے۔

۹. موجودہ معاشرہ میں شادی کے موقع پر سامان جہیز دکھانے کا اہتمام بطورِ فخر کیا جاتا ہے۔ اور اسے معاشرے پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حلانکہ اسلام میں نمائش اور دکھاوا کرنے سے روکا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] موسیٰ خان، اسلام میں حیثیت نسواں، دعا پبلیکیشنز لاہور، سن ۲۰۰۴ ص ۲۰۸

[2] آفریقی، ابن منظور محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، ۳۲۵:۵، دار صادر بیروت، ۱۴۱۴ ہجری

[3] اصفہانی، راغب، امام، مفردات القرآن اردو، شیخ شمس الحق اقبال تاؤن لاہور، ص ۲۲٦، س ن

[4] سابق، سید، فقہ السنہ، جلد ۲، ص ۱٦۷، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، سن ۱۹۷۷

[5] قاسم محمود، سید، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفضل تاجران کتب، اردو بازار لاہور، ص ۷۵٦

[۶] جہیز کی تباہ کاریاں، ص ۵۴،

[۷] سورۃ الیوسف ۱۲: ۵۹

[۸] صحیح بخاری، حدیث ۲۸۴۳

[۹] صحیح بخاری، حدیث ۳۷۱

[۱۰] مسند احمد بن حنبل، جلد ۱۰، حدیث ۱۱۴۵۰

[11] لاہوری، حافظ مبشر حسین، جہیز کی تباہ کاریاں، مبشر اکیڈمی، ص ۸۳ سن ۲۰۰۴

[۱۲] سنن نسائی، حدیث ۳۳۸۶

[۱۳] ایضاً، حدیث ۳۳۷۷

[۱۴] ندوی، معین الدین، شاہ، سیر الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، ادرہ اسلامیات لاہور، جلد ۱، ص ۲۶۵، سن ندارد

[15] یوسف، حافظ صلاح الدین، بارات اور جہیز کا تصور، دار لاکتب لاہور، ص ۲۶، جنوری ۲۰۱۳

[۱۶] جہیز کی شرعی حیثیت، ص ۷۷

[۱۷] صحیح بخاری، حدیث ۴۵۶

[18] جامع ترمذی، حدیث ۲۱۲۴

[19] جہیز کی تباہ کاریاں، ص ۵۶

[۲۰] النسآء، ۴: ۳۴

[21] بیبی، نوشین، جہیز کی شرعی حیثیت، الحمد اسلامیکا، جلد ۲ شمارہ ۱، ص، ۳۷، جنوری-جون ۲۰۱۵

[22] ابن ماجہ، حدیث ۱۸۵۹

[۲۳] صحیح بخاری، حدیث، ۵۰۹۰

[۲۴] جہیز کی تباہ کاریاں، ص ۶۰

[25] جہیز کی تباہ کاریاں، ص ۵۷

[26] سورۃ النسآء ۴: ۱۱-۱۴

[۲۷] جہیز کی تباہ کاریاں ص ۵۸، ۵۹

[28] صحیح مسلم، ۲۴۰۴

[29] النسآء ۴: ۳

[۳۰] صحیح بخاری، حدیث ۵۰۶۶

[۳۱] النور ۲۴: ۳۲

[۳۲] جہیز کی تباہ کاریاں، ص ۶۲

[۳۳] الغافر ۴۰: ۳۱

[۳۴] صحیح مسلم، حدیث ۶۵۷۲

[35] الماعون ۱۰۷: ۴

[۳۶] جامع ترمذی، حدیث ۲۱۳۰

[۳۷] بارات اور جہیز کا تصور، ص ۲۱